تفسیر شاہی

(۲)

ــــــــــــــــــــــ پروفیسر کبیر احمد جائسی

ابو الفتح الحسینی نے تفسیر شاہی میں کتاب النکاح کے بعد ''کتاب المطاعم والمشارب'' کے عنوان سے تقریباً چھیالیس صفحات کی ایک ''کتاب'' لکھی ہے جو تین قسموں پر مشتمل ہے۔ کتاب کی ابتدا میں صرف ایک جملے میں اس کتاب کا تعارف کرایا گیا ہے جو یہ ہے:

''این کتاب در بیانِ حلال وحرام مطعومات ومشروبات است واو سہ قسم است''

(یہ کتاب کھانے پینے کی چیزوں کے حلال وحرام ہونے کے بیان میں ہے اور اس کی تین قسمیں ہیں)

''قسم اول: متعلق است باآنکہ اصل در چیز ھای کہ مشتمل اند بر منفعت و خالیند از مضرات اباحہ است ودر او سہ آیت است''

(پہلی قسم: اس چیز سے متعلق ہے کہ جن چیزوں میں منفعت ہے اور وہ نقصان سے عاری ہیں وہ اصلاً مباح ہیں۔ اس سلسلے میں تین آیتیں ہیں)

ابو الفتح الحسینی نے اس پر سورۂ بقرہ کی آیات: ۲۹، ۱۶۸، ۱۷۲ سے استدلال کیا ہے۔

''قسم دوم: متعلق است بیان تحریم بعض چیز ہا بخصوص ودرو نیز سہ آیت است''

(دوسری قسم: خاص طور سے بعض چیزوں کے حرام ہونے سے متعلق ہے اور اس سلسلے کی بھی تین آیتیں ہیں)

اس قسم میں مائدہ ۳، انعام ۱۴۵ اور بقرہ ۲۱۸ سے استدلال کیا گیا ہے۔

''قسم سوم: متعلق است بہ بیان بعض مباحات ودرونہ آیت است''

(تیسری قسم: بعض چیزوں کے مباح ہونے سے متعلق ہے، اس میں نو آیتیں ہیں)

جن آیتوں سے مفسر نے استدلال کیا ہے وہ یہ ہیں: مائدہ ۴۵۔ مائدہ ۵۔ فاطر ۱۲۔ نحل ۶۹۔ مائدہ ۹۳۔ مائدہ ۹۰۔ آل عمران ۹۳۔ انعام ۱۴۶۔ انعام ۱۱۹۔

کتاب المطاعم والمشارب کے بعد ایک اہم کتاب ''کتاب المیراث'' ہمارے سامنے آتی ہے۔ ابوالفتح الحسینی نے موضوع کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس ''کتاب'' کو تفصیل سے لکھنے کی کوشش کی ہے، چناں چہ انھوں نے مطبوعہ کتاب کے پچاس صفحات میں احکام میراث پر مشتمل قرآنی آیات یکجا کر کے ان کی تفسیر لکھی ہے۔ اس ''کتاب'' کا تعارف کراتے ہوئے انھوں نے تحریر کیا ہے:

''ایں کتاب در بیان میراث است و او عبارتست از مالیت کہ بہ سبب موت مالک منتقل شود از ملکیت او غیر او و درین کتاب نہ آیت است''

(یہ کتاب میراث کے بارے میں ہے اور وہ (میراث) عبارت ہے اُس مال سے جو مال کے مالک کی موت کی وجہ سے دوسرے کی ملکیت میں منتقل ہو اور اس کتاب میں نو آیتیں ہیں)

ابوالفتح الحسینی نے اِس ''کتاب'' میں جن نو آیتوں کی تفسیر سے استدلال کیا ہے وہ یہ ہیں: سورۂ نساء ۳۳۔ احزاب ۵۔ نساء ۷۔ نساء ۱۰۔ نساء ۱۱۔ نساء ۱۲۔ نساء ۱۷۶۔ مریم ۵، ۶۔ نساء ۸۔

کتاب المیراث کے بعد ابوالفتح حسینی نے کتاب الحدود کے نام سے ایک باب تحریر کیا ہے۔ اس کتاب کی ابتدا میں انھوں نے حدود کے لغوی اور شرعی معانی بیان کیے ہیں۔ ذیل کی سطروں میں ان کی اصل فارسی عبارت اور اس کا ترجمہ لکھا جا رہا ہے۔

''این کتاب در بیان حدود است و حدود جمع حد است وحد در لغت بہ معنی منع است و بہ معنی مایلِ میانِ دو چیز و بہ معنی نہایت چیزی۔ و در شرع عبارت است از عقوبتی کہ تعین کردہ است شارع او را بر مکلف بجہت ارتکاب معصیتی و مناسبت میان این معنی و ہر یک از معانی لغویہ واضح است، واو چند قِسم است واقسامی کہ در کتاب اللہ مذکور است

چہار است اول حدِ زنا و در و چہار آیت است''

(یہ کتاب حدود کے بیان میں ہے۔ حدود حد کی جمع ہے۔ لغت میں حد کے معنی منع کرنے، دو چیزوں کے درمیان حایل ہونے اور کسی چیز کی انتہا کے ہیں اور شرع میں (حد) اُس سزا سے عبارت ہے جس کو شریعت کے بنانے والے (یعنی اللہ) نے گناہ کے سرزد ہونے پر گناہ گار کے لیے مقرر کیا ہے۔ اِس معنیٰ (یعنی شرعی معنیٰ) اور لغوی تمام معانی کی (ایک دوسرے سے) مناسبت واضح ہے۔ حدود کی چند قسمیں ہیں۔ اس کی جو قسمیں کلام پاک میں مذکور ہیں وہ چار ہیں۔ اول حدِ زنا ہے۔ اس سلسلے میں چار آیتیں ہیں)

وہ چار آیتیں جن کو ثبوت کے طور پر پیش کیا گیا ہے اور ان کی تفسیر لکھی گئی ہے، یہ ہیں: نساء ۱۵۔ نساء ۱۶۔ نور ۲۔ مائدہ ۴۱۔

''قسم دوم، از اقسام حدود حد قذف است یعنی دشنام دادن و نسبت کردن بزنا و در او دو آیت است''

(حدود کی دوسری قسم حدِ قذف ہے، یعنی کسی کو گالی دینا اور کسی پر زنا کی تہمت لگانا۔ اس سلسلے میں دو آیتیں ہیں)

حد قذف کے سلسلے میں ابوالفتح الحسینی نے سورۂ نور کی چوتھی اور پانچویں آیت کو ملا کر نقل کیا اور اس کو ایک آیت مانا ہے۔ دوسری آیت سورۂ نور ہی کی تیئسویں آیت ہے۔

''قسم سوم، از اقسام حدود سرقت و در او نیز دو آیت است''

(حدود کی تیسری قسم، چوری کی حد کی ہے اور اس سلسلے میں بھی دو آیتیں ہیں)

مفسر ابوالفتح الحسینی نے حدِ سرقہ سے متعلق ہیں سورۂ مائدہ کی آیات ۳۸، ۳۹ کی تفسیر سے اپنی بات کہنے کی کوشش کی ہے۔

''قسم چہارم حدِ محاربہ است و در او نیز دو آیت است''

(چوتھی قسم محاربہ کی سزا سے متعلق ہے اور اس میں بھی دو آیتیں ہیں)

اس قسم میں بھی ابوالفتح الحسینی نے سورۂ مائدہ ہی کی دو آیتوں ۳۳، ۳۴ سے

استشہاد کیا ہے۔

کتاب الحدود کے بعد مطبوعہ کتاب کے اٹھائیس صفحات کا ایک باب ''کتاب الجنایات'' ہمارے سامنے آتا ہے۔ اِس ''کتاب'' کے تعارف میں ابوالفتح الحسینی نے صرف دو جملے تحریر کیے ہیں جو یہ ہیں:

''این کتاب در بیانِ جنایتست و جنایت در لغت بہ معنی گناہ کردن است و در عرف شرع قتل یا جرحیت کہ موجب قصاص یا دیت شود و دراو دہ آیت است''

(یہ کتاب جنایات کے بارے میں ہے۔ لغت میں جنایت کے معنی گناہ کرنے کے ہیں اور شرع میں اس سے مراد وہ قتل یا جراحت ہے جس کی بنا پر قصاص یا دیت لازم ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں دس آیتیں ہیں)

ابوالفتح الحسینی نے جن دس آیتوں کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہیں: مائدہ ۳۲۔ بقرہ ۱۸۳۔ بقرہ ۱۷۹۔ بنی اسرائیل ۳۳۔ نساء ۹۳۔ نساء ۹۲۔ مائدہ ۴۵۔ شوریٰ ۴۱۔ شوریٰ ۴۰۔ مومن ۱۲۔

اس کے بعد مطبوعہ کتاب کے باون صفحات پر مشتمل ایک باب ہمارے سامنے آتا ہے جس کا عنوان ''کتاب القضاء والشہادات'' ہے۔ اس کا تعارف ابوالفتح الحسینی نے صرف ایک جملے میں کرایا ہے جو یہ ہے:

''این کتاب در بیان حکم قاضیست و گواہی ہا و درین کتاب پانزدہ آیت است''

(یہ کتاب قاضی کے حکم اور گواہیوں کے بیان میں ہے۔ اِس میں پندرہ آیتیں ہیں)

اِس کتاب میں جن پندرہ آیتوں اور ان کی تفسیر سے استشہاد کیا گیا ہے وہ یہ ہیں: صٓ ۲۶۔ مائدہ ۴۷۔ نساء ۶۵۔ مائدہ ۴۴۔ (اصل میں آیت کا نمبر ۴۷ دیا گیا ہے، یہ چوالیسویں آیت کا آخری ٹکڑا ہے) نساء ۵۶۔ نساء ۱۰۵۔ مائدہ ۴۲۔ انبیاء ۷۸ (۷۹ ویں آیت کا ایک ٹکڑا بھی شامل کرلیا ہے) بقرہ ۱۸۸۔ نساء ۶۰۔ ص ۲۰۔ نور ۴۸۔ ۴۹ (اصل میں اس کو صرف اڑتالیسویں آیت قرار دیا گیا ہے) حُجرات ۶۔ نساء ۱۳۵۔ مائدہ ۸۔

اس ''کتاب'' پر تفسیر شاہی کی دوسری اور آخری جلد ختم ہوجاتی ہے۔ چوں کہ

اردو زبان میں اِس نوع کی کوئی تفسیر نہیں لکھی گئی ہے، اس لیے ہم نے ابوالفتح الحسینی کے تحریر کردہ ہر باب (جس کو وہ کتاب کہتے ہیں) کا تعارف اُن ہی کے الفاظ میں کرادیا ہے اور اُن آیات کے نمبر بھی درج کردیے ہیں جن سے انھوں نے استشہاد کیا ہے۔ امید ہے کہ قارئین کے ذہن میں اس تفسیر کا ایک خاکہ آ گیا ہوگا۔ اِس مطالعے کے آخر میں ہم ابوالفتح الحسینی کے اندازِ تفسیر پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ مضمون کی طوالت کی وجہ سے صرف ایک نمونہ پیش کیا جارہا ہے۔

فقہ جعفریہ میں خمس ایک اہم موضوع ہے۔ ابوالفتح الحسینی نے بھی اس موضوع پر اظہار خیال کیا ہے اور کلام اللہ کی تین آیتوں کی مدد سے خمس کے سلسلے میں اپنے مسلک کی توجیہ وتعبیر کی ہے۔ ان کی عبارت اور اس کا ترجمہ ذیل کی سطروں میں درج کیا جاتا ہے:

''بدانکہ خمس در شرع عبارت است از حقی کہ واجب شود در مال از برای بنی ہاشم ومراو را شرایط واحکام است کہ تفصیل آن در کتب اصحاب مسطور است درین کتاب سہ آیت است''

(جان لو کہ شرع میں خمس اُس حق سے عبارت ہے جو بنی ہاشم کے لیے مال میں سے واجب ہے اور بطور خاص اس کے لیے کچھ احکام اور شرطیں ہیں جو کہ اصحاب کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ اس ''کتاب'' (کتاب الخمس) میں تین آیتیں ہیں: پہلی آیت: اللہ تعالیٰ کا سورۂ انفال آیت ۴۱ میں فرمان ہے)

''وَاعْلَمُوا اَنَّمَا غَنِمْتُم مِّنْ شَیْئٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبیٰ وَالْیَتَامیٰ وَالْمَسَاکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ اِنْ کُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللّٰہِ وَمَآاَنْزَلْنَا عَلیٰ عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعَانِ وَاللّٰہُ عَلیٰ کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ''

یعنی بدانید آنکہ آنچہ بگیرید از کافران بجنگ از ہر چیزی پس حق است آنکہ خدای تعالیٰ راست پنج یک ومر رسول اورا ومر صاحب قرابت رسول اورا کہ امام است ومر یتیمانرا ومسکینانرا وابن السبیل را از بنی ہاشم اگر ایمان آوردہ باشند بخدای تعالیٰ وآنچہ

فرو فرستادیم از آیات فتح و نصرت و ملائکۃ جہۃ مقاتلہ با کفار بر بندۂ خود کہ محمد است در روزِ فرق بیان حق و باطل روز یکہ رسیدند بہم گروہ مسلمانان و گروہِ کافران و آن روز بدر است و خدای تعالیٰ بر ہر چیزی دانا است''

(جان لو کہ تم لوگ کافروں سے جو چیز چھینتے ہو اُن میں سے ہر چیز میں اللہ تعالیٰ، اور اس کے رسول کا اور رسول کے قرابت داروں کا جو کہ امام ہے، بنی ہاشم کے ان یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا، پانچواں حصہ حق ہے جو اللہ پر ایمان لائے ہوں اور ہم نے جن کو فتح و نصرت کی نشانیوں اور کفار سے مقابلہ وقتل کے لیے اپنے بندے محمد (ﷺ) پر حق و باطل کی جنگ کے روز (فرشتوں کو نازل کیا، اُس دن جب مسلمانوں اور کافروں کے گروہ ایک دوسرے کے مقابل ہوئے (وہ دن جو کہ بدر کا دن ہے) اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے)

''بدانکہ بعضی مفسران گفتہ اند کہ این آیت نازل شد در غزوۂ بدر و آن بروایتی از امام صادق علیہ السلام در روز نوزدہم ماہ رمضان بود و بقول مشہورین اصحاب ہفدہم ماہ رمضان و بعضی مفسران گفتہ اند کہ این آیت نازل شد در غزوۂ قیقاع (؟قینقاع) و آن در پانزدہم شوال بعد از یک ماہ و سہ ماہ و سہ روز از غزوۂ بدر نوزدہ ماہ از ہجرت و بہر تقدیر مراد از یوم الفرقان یوم التقی الجمعان در آیت مذکورہ روز بدر است کہ در او فرق بیان حق و باطل واقع شد و لشکر مسلمانان و کافران بہم رسیدند و (غنیمت) در اصل فائدہ را گویند کہ بسعی شرعی کسی را حاصل شود در شرع عبارت است از آنچہ اہل اسلام از کافران بگیرند بطریق قتال و جنگ۔ و آنچہ از ایشان بگیرند بی جنگ آنرا فئی گویند و این اصطلاحِ مذہبِ اصحاب خاصہ و مروی ست از امام باقر و امام صادق علیہما السلام''

(جان لو کہ بعض مفسروں کا قول ہے کہ یہ آیت غزوۂ بدر میں نازل ہوئی تھی۔ جناب جعفرِ صادق کی ایک روایت کے مطابق (وہ دن) اُنیسویں رمضان کا اور ہمارے مسلک کے مشہور اصحاب کے قول کے مطابق رمضان کا سترہواں دن تھا۔ بعض مفسروں نے تحریر کیا ہے کہ یہ آیت غزوۂ بنی قینقاع کے موقع پر نازل ہوئی تھی، جو غزوۂ بدر کے

ایک ماہ تین دن اور ہجرت کے اُنّیس ماہ بعد پندرہویں شوال کو (ہوا تھا)۔ بہر حال اس آیت میں یوم الفرقان یوم التقی الجمعان سے مراد بدر کا دن ہے کہ جس دن حق اور باطل کے درمیان امتیاز واقع ہوا اور مسلمانوں اور کفار کے لشکر باہم دگر متقابل ہوئے۔ لغت میں (غنیمت) اُس فائدے کو کہتے ہیں جو کسی کو شرعی کوششوں سے حاصل ہوتا ہے اور شرع میں (غنیمت) اُس چیز سے عبارت ہے جو اہلِ اسلام کافروں سے قتال اور جنگ کر کے چھین لیتے ہیں اور وہ چیز جو (کافروں سے) بلا جنگ لیتے ہیں اس کو فئی کہتے ہیں اور یہ اصطلاح ہمارے اصحابِ خاص کا مذہب (ہے) اور یہ امام باقر اور امام صادق سے مروی ہے)

''وفئی نزدِ اصحاب ماخاصۂ پیغمبر و امام است علیہما السلام واما حکم غنیمت چنان است کہ خمس آن بخدا ورسول وامام و ساداتست چنانکہ از آیت مذکورہ مستفاد میگردد، وباقی بعد از اخراجِ مؤنتہا بہ لشکر اسلام است لیکن اصحاب ماغنیمت را در باب خمس تعمیم کردہ اند والحاق کردہ اند بدان چند چیز دیگر را مثل فائدۂ تجارت و زراعت وصنعت ہا کہ زائد باشد بر مؤنتہای سال وغیر آن بنا بر روایات صحیحہ از اہلِ بیت علیہم السلام''

(ہمارے اصحاب کے نزدیک فئی پیغمبرؐ اور امام کے لیے مخصوص ہے، لیکن غنیمت کا حکم یوں ہے کہ اِس کا پانچوں حصہ خدا، رسول، امام اور سادات کے لیے ہے، جیسا کہ مذکورہ آیت سے مستفاد ہوتا ہے اور خرچ (مؤنت) نکال کر جو کچھ بچے وہ لشکرِ اسلام کا ہے، لیکن ہمارے اصحاب نے اہل بیت کی صحیح روایات کی بنا پر خمس کے سلسلے میں تعمیم کی ہے اور اُس میں چند اور دوسری چیزوں مثلاً کھیتی باڑی، تجارت اور صنعتوں کی اُس زاید آمدنی کو بھی شامل کیا ہے جو سال بھر کے خرچ سے زاید ہو)

''وقول او وَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہ بفتح ہمزہ چنانکہ قرأت مشہورہ است مبتدای خبر محذوف است یا خبر مبتدای محذوف یا فاعلِ فعلِ محذوف یعنی حق اَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہ حکمہ اَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہ یا ثبت اَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہ مآل ہمہ یکست وخمس بضم میم وسکونِ او پنج یک را گویند''

(اللہ کا قول وَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہ مشہور قرأت کے مطابق ہمزہ پر زبر کے ساتھ

اور (نحوی ترکیب میں) یا تو یہ خبرِ محذوف کا مبتدا ہے یا مبتدائے محذوف کی خبر ہے یا فعل محذوف کا فاعل ہے یعنی حق یہ ہے کہ اللہ کے لیے مالِ غنیمت کا خمس ہے، یا اُس کا حکم یہ ہے کہ اللہ کے لیے اس کا خمس ہے، یا یہ بات ثابت ہے کہ اللہ کے لیے اس کا خمس ہے اور حاصل تینوں صورتوں کا ایک ہی ہے اور خمس میم کے پیش اور اُس کے سکون (جزم) کے ساتھ پانچویں حصے کو کہتے ہیں)

''ومراد از ذی القربٰی صاحبِ قرابتِ پیغمبر است صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ وصی و قائم مقام آن حضرت باشد وآن امام است نہ مطلق صاحبِ قرابت آنحضرت بقرینۂ افراد ذی القربٰی''

(اور ذی القربٰی سے مراد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ صاحبِ قرابت ہیں جو کہ وصی اور آں حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قایم مقام ہوں۔ پیغمبر کے یہ قرابت دار (صرف) امام ہیں نہ کہ مطلق قرابت دار۔ اس کا قرینہ ذی القربٰی کو مفرد لانا ہے)

''وعطف یتامی و مساکین وابن السبیل از صاحبِ قرابت آنحضرت بزوی القربٰی و مؤید این است روایات اہل بیت علیہم السلام یعنی پنج یک غنیمت منقسم شود بہ شش قسم، سہ قسم حق خدای تعالیٰ، ورسولِ خدا، وآئمۂ ہدا است کہ در زمان حیاتِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متعلق بود بہ آنحضرت وبعداز وفات آنحضرت متعلق است بہ آئمۂ معصومن علیہم السلام بترتیب وسہ قسم دیگر حقِ یتیمان ومسکینان وابن السبیل است بشرط آنکہ منسوب باشند وبعبد المطلب بن ہاشم بن مناف از جانب پدر بنا بر روایات صحیحہ از اہل بیت علیہم السلام۔ این است تحقیق مصارف خمس بہ مذہب اصحاب ما''

((اور دوسرا قرینہ) آنحضرت کے صاحبِ قرابت یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا ذوی القربی پر عطف ہے۔ اہلِ بیت کی روایتیں اس نقطۂ نظر کی تائید کرتی ہیں۔ یعنی غنیمت کا پانچواں حصہ، چھ حصوں میں تقسیم ہوتا ہے اِن چھ حصوں میں سے تین حصے اللہ، رسول اور ائمۂ ہدا کا حق ہیں جو کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات تک اُن سے متعلق تھا اور آں حضرت کی وفات کے بعد بالترتیب ائمۂ معصومین سے متعلق ہے اور دوسرے (یعنی چھ کے بقیہ تین) اہل بیت کی صحیح روایتوں کے مطابق آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے قرابت داروں میں اُن یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے جو باپ کی طرف سے عبد المطلب بن ہاشم بن مناف کی اولاد ہوں۔ ہمارے اصحاب کے مذہب کے مطابق خمس کے مصارف کی تحقیق یہی ہے)

''واما مخالفان مخالفت نص آیت وروایت کردہ سہم خدا را مطلقاً اسقاط کردہ اند بعضی از ایشان حق رسول خدا و امام را نیز اسقاط کردہ اند بعد از وفات آنحضرت و این از جملہ غصب ہای صریحہ است کہ کردہ اند وظلم ہای شنیعہ کہ از ایشان بر اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم صادر گشتہ چنانکہ در کثیری از روایات اہل بیت علیہم السلام تصریح باین ظلم ایشان واقع شدہ''

(لیکن مخالفوں (مراد سنیوں) نے نص اور روایت سے اختلاف کرتے ہوئے اللہ کے حصے کو مطلقاً ساقط کر دیا ہے۔ اُن میں سے بعض نے رسول خدا کے انتقال کے بعد رسولِ خدا اور امام کے حق کو بھی ساقط کر دیا ہے اور بعضوں نے آں حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات کے بعد تمام حقوق کو ساقط کر دیا اور یہ بات صریح غصبوں میں سے ایک (صریح غصب) ہے جو (سُنیوں نے) کیا ہے اور ان ناروا مظالم میں سے ہے جو اِن لوگوں نے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اہلِ بیت پر صادر کیے ہیں۔ اہلِ بیت کی بہت سی روایتوں میں اِن لوگوں کے اُن مظالم کی صراحت ملتی ہے)

''وپوشیدہ نیست کہ تصدیر آیت بصیغۂ (اِعْلَمُوا) وکلمہ آن وتکرار آن دال اند بر کمال تاکید ومبالغہ در قضیۂ خمس وقول او (اِنْ کُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللّٰہِ) دال است بر تعلیق خمس بایمان وآنکہ معرفت خمس از لوازم وتوابعِ ایمان است اگر چہ مخصوص نیست باھل ایمان واین غایت مبالغہ ونہایت اہتمام است در باب خمس وتصریح بلام در سہ مصرف اول وترک تصریح بآن در باقی تنبیہ است بر علو شأن وامتیاز ایشان از دیگران''

(اور یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ آیت خمس کے شروع میں ''اِعْلَمُوا'' کا صیغہ لانا، لفظ اِنَّ اور اس کی تکرار، خمس کے قضیہ میں کمال تاکید اور مبالغہ کی دلیل ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قول ''اِنْ کُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللّٰہِ'' یہ بتا رہا ہے کہ خمس ایمان کے ساتھ مشروط ہے۔ آیت یہ بھی بتا رہی ہے کہ خمس کی معرفت ایمان کا لازمہ اور اس کا نتیجہ ہے، اگر چہ

یہ اہلِ ایمان کے ساتھ مخصوص نہیں ہے اور یہ خمس کے سلسلے میں حد درجہ اہتمام کی علامت ہے اور اول تین مصارف میں ''لام'' کو صراحتاً لانا اور باقی میں اِس صراحت کو ترک کر دینا اُن لوگوں کے علوِ شان اور دوسروں سے ان کے ممتاز ہونے پر تنبیہ ہے)

''ومع ہذا مخالفان کمال تساہل وتہاون درین امر عظیم الشأن ورزیدہ خمس را براند اختند وآل محمد را از خمس محروم ساختند اللھم انصر من نصر الدین واخذل من خذل الدین''

(ان سب کے باوجود مخالفوں (مراد سنیوں) نے اس عظیم الشان امر میں انتہائی سہل انگاری اور لاپروائی برتتے ہوئے خمس کو نکال پھینکا اور ان لوگوں نے آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خمس سے محروم کر دیا۔ اے اللہ جن لوگوں نے دین کی مدد کی ان کی مدد فرما اور جن لوگوں نے دین کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا ان کو بے یار و مددگار چھوڑ دے)

ہم کو ابو الفتح الحسینی کے درج بالا اندازِ تفسیر میں نہ تو کوئی ندرت نظر آتی ہے نہ ہی کسی جدّت کی رمق ملتی ہے۔ جہاں تک ان کے فرمودات کا سوال ہے ہم اُن پر کسی قِسم کی رائے زنی سے گریز کرتے ہوئے صرف اتنا کہنے پر اکتفا کریں گے کہ انھوں نے اپنے مسلک کی بہت اچھی ترجمانی کی ہے۔ ابو الفتح الحسینی کے یہاں جگہ جگہ ''مخالفوں'' کا جو حوالہ ملتا ہے ہمارے نزدیک اس کی وجہ ان کے عہد اور ماحول کا تقاضا ہے۔ ''تفسیر شاہی'' جس زمانے کی تصنیف ہے اُس زمانے میں ایران کی مسلم اکثریت کو ''شیعہ'' ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا، اس لیے ہر چیز میں اپنے آپ کو ''مخالفوں'' سے جدا قرار دینا اپنے مسلک کی بقا کا ضامن سمجھا جاتا تھا۔ ایک بات البتہ ہماری سمجھ میں نہ آسکی کہ سادات (اہلِ بیت) کا سلسلۂ نسب تو حضرت فاطمہؓ سے چلتا ہے، یعنی حضرت علیؓ کی وہ اولادیں جو حضرت فاطمہؓ کے بطن سے نہ ہوں وہ زمرۂ سادات (بہ الفاظ دیگر اہلِ بیت) میں شامل نہیں ہوسکتیں، لیکن جب تقسیمِ خمس کا وقت آتا ہے تو ابو الفتح الحسینی کے لکھنے کے مطابق جو لوگ عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف کی اولاد ہیں وہ سب خمس کے حق دار ہیں۔ ایک جگہ معیار سلسلۂ مادری ہے اور دوسری جگہ سلسلۂ پدری۔ اس فرق و امتیاز پر ممکن ہے کوئی شیعہ عالم روشنی ڈال سکے۔

اب ہم ''کتاب الخمس''میں نقل کی گئی دوسری آیت جو کہ سورۂ بنی اسرائیل کی چھبیسویں آیت ہے، اس کے بارے میں ابوالفتح الحسینی کی تفسیر اور اس کا اردو ترجمہ تحریر کرتے ہیں:

''وَآتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ ،یعنی وبدہ بصاحبِ قرابت خود حق او راو بہ مسکین و ابن السبیل نیز حق ایشان''

(یعنی اپنے صاحب قرابت کو اس کا حق دیجیے اور مسکینوں اور مسافروں کو بھی ان کا حق دیجیے)

''بدانکہ مراد از ذی القربیٰ درین آیت ونظائر آن مثل قول او :وَاِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی (نحل:۹۰) یعنی بدرستی کہ خدای تعالی می فرماید بندہ ہای خود را بعدالت ورزیدن ونیکوئی نمودن با مردم و دادن حق صاحب قرابت رسول خدا ﷺ بایشان کہ اقرباء پیغمبر است''

(جان لو کہ اس آیت اور اِس جیسی دوسری آیتوں مثلاً اُس کے قول ''اللہ حکم کرتا ہے انصاف کرنے کا اور بھلائی کرنے کا اور قرابت والوں کو دینے کا'' یعنی بلا شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو لوگوں کے ساتھ انصاف اور بھلائی کرنے اور پیغمبر کے صاحبِ قرابت کو، جو اُن کے اقربا ہیں، ان کا حق دینے کا حکم دیتا ہے)

''چنانکہ روایاتِ صحیحہ ناطق است بآن از آن جملہ آنکہ روایت کردہ اند از امام کاظم علیہ السلام کہ چون در آمد نزد ہارون الرشید در حالتی کہ رد مظالم میکرد یعنی حقوقی کہ از مردم بظلم وستم گرفتہ شدہ بود واپس میداد بایشان گفت کہ (ما بال مظلمتنا لاترد) یعنی چیست حال مظلمۂ ما کہ واپس دادہ نمی شود بما و چرا حق ما را کہ از ما بظلم گرفتہ اند بما نمی دھید''

(جیسا کہ صحیح روایتیں اس بات کی گواہ ہیں، ان میں سے ایک روایت لوگوں نے امام کاظم سے کی ہے کہ جب وہ ہارون الرشید کے پاس اُس وقت پہونچے جب کہ وہ مقدموں کا فیصلہ کررہے تھے، یعنی وہ حقوق جن کو اُنھوں نے لوگوں سے، ظلم وستم کے

ذریعے ہڑپ لیا تھا، واپس کررہے تھے۔امام کاظم نے ہارون الرشید سے کہا: کیوں ہمارے غصب شدہ حقوق ہمیں واپس نہیں دیے جارہے ہیں اور کیوں ہمارے اُس حق کو جو ہم سے ظلماً چھینا گیا ہے ہمیں نہیں دیتے؟)

''ہارون گفت کہ چیست آن حق شما کہ بظلم از شما گرفتہ اند ای ابوالحسن۔ آنحضرت فرمود کہ دران وقت کہ خدای تعالیٰ فتح کرد بر پیغمبر ﷺ قریۂ فدک و سائر مواضع خیبر را فرو فرستاد بر آنحضرت این آیت را کہ وَآتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ لیکن معلوم نہ شد کہ مراد از ذی القربیٰ کیست پس جبرئیل علیہ السلام برگشت بسوی آسمان و پرسید از خدای تعالیٰ معنی ذی القربی را پس وحی فرستاد خدای تعالی بہ سوی پیغمبر ﷺ کہ بدہ فدک را بفاطمہ علیہا السلام پس پیغمبر ﷺ طلب نمود سیدۃ النساء را و گفت کہ خدای تعالی امر کردہ است مرا کہ فدک را بہ تو دہم سیدۃ النساء گفت یا رسول اللہ قبول کردم از خدا و از تو۔ بعد ازان امام کاظم قضیۂ مجادلہ و مکابرۂ ابوبکر و عمر با سیدۃ النساء را در باب فدک بیان فرمود، پس گفت ہارون آنحضرت را کہ حد کن فدک را و بگیر پس حد کرد امام فدک را۔ پس گفت ہارون کہ این فدک کہ حد کردی بسیار است''

(ہارون نے کہا اے ابوالحسن آپ کا وہ کون سا حق ہے جس کو لوگوں نے بہ ظلم چھین لیا ہے؟ اُن حضرت (جناب کاظم) نے فرمایا اُس وقت جب پیغمبر ﷺ کو قریۂ فدک اور خیبر کے تمام مواضع پر اللہ نے فتح دی یہ آیت نازل فرمائی ''وَآتِ ذَی الْقُرْبٰی حَقَّهٗ'' (قرابت دار کو اس کا حق دو) لیکن یہ معلوم نہ ہوا کہ ذی القربی سے مراد کون ہے؟ تو جبرئیل علیہ السلام آسمان پر گئے اور انھوں نے اللہ تعالیٰ سے ذی القربی کے معنی پوچھے، پھر اللہ تعالیٰ نے پیغمبر ﷺ پر وحی نازل فرمائی کہ فدک کو جناب فاطمہ کو دے دیجیے، بعد ازآں پیغمبر ﷺ نے سیدۃ النساء کو طلب فرمایا اور (ان کے تشریف لے آنے پر ان سے) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں فدک تم کو دے دوں۔ سیدۃ النساء نے جواب دیا: یا رسول اللہ میں نے خدا سے اور آپ سے اس کو قبول کیا۔ اس کے بعد جناب کاظم نے فدک کے سلسلے میں سیدۃ النساء کے ساتھ ابوبکر (رضی اللہ

تعالیٰ عنہ) اور عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی لڑائی اور ہٹ دھرمی کا قضیہ بیان کیا۔ بعد ازآں ہارون نے آں حضرت (جناب کاظم) سے کہا کہ فدک کی حد (حدود اربعہ) بتایئے اور (اس کو) لے لیجیے۔ امام نے فدک کی حد بتائی، اس پر ہارون نے کہا: یہ فدک جس کی آپ نے حد بتلائی ہے بہت زیادہ ہے)

''واز این جامعلوم می گردد کہ مراد از ذی القربیٰ در این آیت مطلق اقرباء پیغمبر است برخلاف ذی القربیٰ برآیت سابق و برین تقدیر آیت مذکورہ دال اند برآنکہ صاحب قرابت پیغمبرؐ راحقیست بر مردم وآن خمس است و واجبست برایشان ادای آن حق وقول او ''والمسکین وابن السبیل'' اشارتست بہ بعض مصارف زکوٰۃ، پس آیت مذکورہ دالست بر وجوب زکوٰۃ نیز یا ببعض مصارف خمس بہمان معنی کہ در آیت سابق مذکور شدہ اند بطریق تخصیص بعد از تعمیم''

(اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ آیت کے برخلاف اس آیت میں ذی القربیٰ سے مراد مطلقاً پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اقربا ہیں۔ اس طرح مذکورہ آیتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قرابت داروں کا لوگوں پر ایک حق ہے اور وہ (حق) خمس ہے اور لوگوں پر اُس حق کا ادا کرنا واجب ہے اور اللہ کا ارشاد ''و المسکین وابن السبیل'' بعض زکوٰۃ کے مصارف کی طرف اشارہ ہے۔ پس ذکر شدہ آیت زکوٰۃ کے بھی واجب ہونے کی دلیل ہے۔ یا ان ہی معنوں میں خمس کے بعض مصارف کے سلسلے میں، جیسا کہ سابق آیت میں ذکر ہوا ہے، تعمیم کے بعد تخصیص کے طور سے بیان ہوا ہے)

ابوالفتح الحسینی نے کلام اللہ کی جس آیت کے حوالے سے خمس کے وجود کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اس کا ترجمہ خود ان ہی کے الفاظ میں ایک بار دہرا دیا جاتا ہے: ''اپنے صاحب قرابت کو اس کا حق دیجیے اور مسکینوں اور مسافروں کو بھی ان کا حق (دیجیے)'' اِس آیت میں صاحبِ قرابت کے ساتھ ساتھ جن مسکینوں اور مسافروں کا ذکر ہوا ہے اُن کا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قرابت دار ہونا ضروری نہیں ہے، جس سے یہ

معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں تخصیص اور تعمیم دونوں ہے۔ تخصیص قرابت داروں کا حق دینے کی ہے اور تعمیم مسکینوں اور مسافروں کو ان کا حق (غالباً حسبِ ضرورت مدد) دینے کی ہے۔ اس آیت کی تفسیر کو اپنے مسلک کے مطابق کرنے کے لیے ابوالفتح الحسینی نے ہارون الرشید اور جناب کاظم کا مکالمہ نقل کیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ جس وقت خیبر کے تمام مواضع پر فتح کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام ''وَآتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ'' والی آیت لے کر آنحضرت ﷺ کے پاس آئے، اُس وقت اِس بات کا علم نہ تھا کہ ''ذا القربی'' سے مراد کون ہے، اِس لیے حضرت جبرئیل آسمان پر واپس گئے اور اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا کہ ''ذا القربی'' سے کون مراد ہے؟ اللہ نے پیغمبر ﷺ پر وحی نازل فرمائی کہ فدک کو جناب فاطمہ کو دے دیجیے۔ اِس آیت کی تفسیر میں ابوالفتح الحسینی نے اپنے مسلک کی بہترین ترجمانی کی ہے، مگر افسوس ہے کہ انھوں نے یہ تحریر نہیں کیا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ''ذا القربی'' کے کیا معنی بتلائے۔ منطقی اعتبار سے ہمارے نزدیک مذکورہ آیت سے خمس کا وجوب ثابت نہیں ہوتا، لیکن چوں کہ یہ مسلکی اختلاف ہے، اس لیے ہم ابوالفتح الحسینی کی تفسیر پر رائے زنی سے گریز کرتے ہوئے صرف اتنا کہیں گے کہ ان کی تحریر کی کوئی خاص تفسیری اہمیت نہیں ہے۔

ابوالفتح الحسینی نے ''کتاب الخمس'' میں جو تیسری آیت بطور شاہد نقل کی ہے وہ سورۂ انفال کی پہلی آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلَ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ.

اس آیت کو نقل کرنے کے بعد وہ تحریر کرتے ہیں:

''یعنی می پرسند ترا ای محمد حکم از انفال کہ حق کیست بگوی کہ انفال مر خدا را است و مر رسول او را کہ محمد است ﷺ پس پرہیزید از عذاب خدای تعالیٰ و اصلاح کنید حالاتی را کہ میان شما است و فرمانبرداری کنید خدای تعالیٰ را و رسول او را اگر ہستید متصف بہ صفت ایمان''

(اے محمد (ﷺ) آپ سے انفال کے بارے میں لوگ حکم دریافت کرتے ہیں کہ یہ کس کا حق ہے؟ آپ فرمادیں کہ انفال خاص اللہ کے لیے اور اس کے رسول (جو کہ محمد ﷺ ہیں) کے لیے ہے۔ پس اللہ کے عذاب سے بچو اور اپنے ان حالات کی اصلاح کرو جو تمہارے درمیان ہیں اور اگر تم ایمان کی صفت سے متصف ہو تو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو)

''بعضی مفسران گفتہ اند کہ این آیت در شأن غنیمت ہای غزوۂ بدر نازل شد و بعضی گفتہ اند کہ اصحاب پیغمبر ﷺ طلب کردند از آنحضرت غنیمت ہای بدر را پس این آیت نازل شد جہت اعلام ایشان کہ غنیمت ہای بدر حق خدا و رسول خداست و نیست اصحاب را در آن حقی''

(بعض مفسروں کا قول ہے کہ یہ آیت غزوۂ بدر کے مالِ غنیمت کے سلسلے میں نازل ہوئی (تھی) اور بعض کا قول ہے کہ پیغمبر ﷺ کے اصحاب نے غزوۂ بدر کے مالِ غنیمت کو پیغمبر ﷺ سے طلب کیا۔ اِس پر اُن لوگوں کو بتانے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی کہ بدر کا مالِ غنیمت اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے اور اِس میں اصحابِ رسول کا کوئی حق نہیں)

''ومرویست از ابن عباس کہ گفت رسول خدا ﷺ کہ ہر کہ درین جنگ کارزار نیک کند بدہم اورا زیادتی از غنیمت پس برانگیختند جوانان و ماندند پیران در زیر علمہا، پس چون غنیمت جمع شد آمدند جوانان وطلب نمودند زیادتہای خودرا۔ پیران گفتند کہ امتیاز وزیادتی مجوئید بر ما زیرا کہ ما نیز مددگار شما بودیم، پس این آیت نازل شد و قسمت نمود رسول خدا ﷺ غنیمت ہارا بہمان لشکریان علی السویۃ''

(ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر وہ شخص جو اس جنگ میں بہتر طور سے لڑے گا اُس کو میں غنیمت میں سے زیادہ دوں گا (اس کو سن کر) جوان سرگرم ہوگئے اور بوڑھے جھنڈوں کے نیچے کھڑے رہے (جنگ ختم ہونے کے بعد) جب مال غنیمت ایک جگہ جمع ہوگیا تو جوان اپنا زیادہ حصہ طلب کرنے کے لیے

آ گئے۔ بوڑھوں نے کہا وہ (جوان حضرات) بوڑھوں پر برتری نہ جتائیں اور زیادہ مال طلب نہ کریں، کیوں کہ ہم بھی ان کے مددگار رہے تھے۔ اِس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ بعدازاں رسول اللہ ﷺ نے مالِ غنیمت کو انہی لشکریوں میں برابر برابر تقسیم فرمایا۔)

''وخلاف است درانکہ مراد از انفال چیست بعضی گفتہ اند کہ مراد غنایم بدر است وبعضی گفتہ اند مراد آن چیزیست کہ از مشرکان گرفتہ شود از غلام و کنیز بی جنگ۔ وبعضی گفتہ اند مراد ازخمس است وحق آنست کہ مراد از انفال این جا اموالیست کہ پیغمبر و اوصایاء اوعلیہم السلم مستحق بہ آنند مثل زمینی کہ گرفتہ شود از دارِحرب بی جنگ وزمین ہای موات از سرھای کوہ ہاولب ہای دریاہا و درون رودخانہ ہا وغیرآن واموال مخصوصۂ ملوک کفروآنچہ برگزیدہ باشد از جملہ غنایم وغنیمت ہای کہ گرفتہ شود از کفار بمقاتلۂ باذن پیغمبر ﷺ ووصی او علیہ السلام ومیراثِ کسی کہ غیر از پیغمبر و وصی او علیہ السلام وارثی نہ داشتہ باشد زیرا کہ این تفسیر مرویست از امام باقر وامام صادق علیہما السلام وغنایم بدر از آن جملہ بود لیکن پیغمبر ﷺ قسمت نمود آنرا بر اصحاب بر سبیل تفضّل و انعام۔ چنانکہ مرویست از صادقین علیہم السلام ومؤید تفسیر مذکور است آنکہ انفال جمع نفل است بفتحتین بمعنی زاید یعنی زیادتہا بر غنائم کہ پیغمبر و اوصیای او علیہم السلام ممتازند بآن از باقی اہل اسلام و آن اشیاء مذکورہ است ھمچنانکہ (نماز) سنت را نافلہ میخوانند بسبب آنکہ زاید است بر فرزند و برین تقدیر آیت مذکورہ دالست بر آنکہ اشیاء مذکورہ حق پیغمبر است ﷺ در حیات او وحق ائمہ معصومین است بترتیب بعداز وفات آنحضرت بمعونت صحیحۂ صریحہ از اہل بیت علیہم السلام"

(اس بات میں اختلاف ہے کہ انفال سے مراد کیا چیز ہے؟ بعض کا خیال ہے کہ (انفال سے مراد غزوۂ) بدر کا مالِ غنیمت ہے اور بعض لوگوں کا قول ہے کہ (انفال سے مراد) وہ غلام اور کنیزیں ہیں جو مشرکوں سے بلا جنگ کیے چھین لی جائیں اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ (انفال سے) مرادخمس ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ اِس جگہ انفال سے مراد وہ مال ہے جس کے حق دار پیغمبر (ﷺ) اور ان کے اوصیاء ہیں، مثلاً وہ زمین جس پر دارالحرب میں بلاجنگ قبضہ کیا جائے، سمندروں کے کناروں، دریاؤں کی گہرائیوں،

پہاڑوں کی چوٹیوں کی بنجر زمینیں وغیرہ اور کافر بادشاہوں کی مخصوص دولت اور وہ جو کچھ کہ (مال) غنیمت میں بہترین ہو اور وہ (مال) غنیمت جو پیغمبر (ﷺ) اور ان کے وصیوں کی اجازت سے کفار سے جنگ کر کے چھینا جائے اور اُس شخص کی میراث جس کا وارث پیغمبر (ﷺ) اور ان کے وصیوں کے علاوہ کوئی اور نہ ہو (یہ سب انفال میں شامل ہیں) کیوں کہ یہ تفسیر امام باقر اور امام صادق سے مروی ہے۔ بدر کا (مال) غنیمت بھی اسی (یعنی انفال) میں تھا، لیکن پیغمبر ﷺ نے اپنی خوش نودی اور انعام کے طور پر صحابہ میں تقسیم کیا تھا، جیسا کہ صادقین (جناب باقر و جناب جعفر صادق) سے مروی ہے اور تفسیر مذکور کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ (انفال ن اور ف کے زبر کے ساتھ) نفل کی جمع ہے جس کے معنی زاید کے ہیں، یعنی مالِ غنیمت کے علاوہ وہ زاید مال جو صرف پیغمبرؐ اور آپؐ کے وصیوں کا ہے، باقی اہلِ اسلام کا نہیں ہے اور یہ وہ چیزیں ہیں جن کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ جس طرح کہ (نماز) میں سنت کو نافلہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ فرض (نماز) پر اضافہ ہے اور پوتے کو نافلہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اولاد (لڑکے) پر اضافہ ہے۔ اِس طرح سے مذکورہ آیت اہلِ بیت کی صحیح اور صریح روایتوں کی رؤ سے اِس بات کی (دلیل ہے کہ) مذکورہ چیزیں پیغمبر (ﷺ) کی حیات میں ان کا اور ان کی وفات کے بعد بالترتیب ''ائمۂ معصومین'' کا حق ہیں)

''و در قول او (یَسْئَلُونَکَ عَنِ الْاَنفَالِ) قراءت دیگر ہست کہ مخصوص اہلِ بیت علیہم السلام است و آن (یَسْئَلُونَکَ الْاَنفَالَ) است بہ نصب الانفال و برین تقدیر معنی چنانست کہ می طلبند از تو انفال را و این معنی مناسب تر است بآنچہ در سبب نزول مذکور شد پس اولیٰ آن است کہ قرأتِ مشہورہ را بر سؤال از صحت طلب انفال حمل کنند تا موافق نہ شود بقرأتِ اہلِ بیت علیہم السلام و ظاہر آن است کہ مقصود از اخبار یَسْئَلُونَکَ عَنِ الْاَنفَالِ نہ فائدۂ خبر است و نہ لازم فائدۂ خبر بلکہ محض تمہید تلقین جواب است''

(اللہ کے قول ''یَسْئَلُونَکَ عَنِ الْاَنفَالِ'' کی ایک دوسری قرأت بھی ہے جو اہلِ بیت سے مخصوص ہے اور وہ ہے ل پر زبر کے ساتھ ''یَسْئَلُونَکَ الْاَنفَالَ'' اور

اس کی رو سے اس کے معنی یہ ہیں کہ ''وہ لوگ آپ سے انفال طلب کرتے ہیں'' اور یہی معنی اس سبب نزول سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں جس کا ذکر ہو چکا ہے، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ مشہور (ومعمول) قرأت کو انفال طلب کرنے کے درست ہونے پر محمول کریں، تاکہ اہلِ بیت کی قرأت کے مماثل نہ ہو جائے ظاہر ہے کہ ''یَسْئَلُونَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ'' (وہ لوگ آپ سے انفال کے بارے میں دریافت کرتے ہیں) کی خبر کا مقصد نہ فائدۂ خبر ہے اور نہ لازمِ فائدۂ خبر، بلکہ محض جواب کی تلقین کی تمہید ہے)

''ودور نیست کہ مقصود فائدۂ خبر باشد بنابر تنزیل مخاطب عالم بمنزلۂ جاہل از جہت عدمِ جری او بموجب علم وآن جواب دادن است زیرا کہ پیغمبر ﷺ متوقف بود در جواب و برین قیاس است کلام در نظایر این آیت وذکر مسند الیہ در قول او ''اَلْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ'' ووضع مظہر در موضع مضمر از جہت اہتمام است کہ مراد از ذاتِ حال است از قبیل ذکر محل وارادۂ حال یعنی صالح ونیکوگردانیدن حالی کہ میان مردم است برفع نزاع میانِ ایشان پس معنیٰ آیت چنان باشد کہ نیکو گردانید احوالی را کہ میانِ شماست برین وجہ کہ رفع کنید منازعت ومخالفت را وتبدیل کنید آنرا بمصادقت وموافقت وقول او ''اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ'' احتمال دارد کہ متعلق باشد بقول او ''اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ'' واحتمال دارد کہ متعلق باشد بـاتَّقُوا او اَصْلِحُوا نیز و بر ہر تقدیر وجہ تعلیق مبالغہ است در امر بتقویٰ واصلاحِ ذات بین کہ گویا موقف علیہ ایمانند یا آنکہ مراد از ایمانِ کامل است یا آنکہ متعلق است بـاَطِيْعُوا۔ ومراد از اطاعت خدا و رسول اطاعت ایشانست''

(اور یہ بات بعید نہیں ہے کہ صاحبِ علم مخاطب کو ناواقف کے درجے میں رکھتے ہوئے اِس آیت کا مقصود فائدۂ خبر ہو، کیوں کہ پیغمبر ﷺ جواب دینے میں توقف فرما رہے تھے اور اس جیسی دوسری آیتوں کی تفسیر اسی طرح کی جائے گی۔ اللہ کے ارشاد ''اَلْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ'' میں مسند الیہ کا ذکر کرنا اور اسم ضمیر کی جگہ اسم ظاہر کا لانا انفال کے سلسلے میں حد درجہ اہتمام کی وجہ سے ہے اور اہلِ بلاغت کے نزدیک ''اصلاح ذات البین'' (باہمی معاملات کی درستگی) کے معنی کی تحقیق کے سلسلے میں مشہور بات یہ

ہے کہ یہاں ذات سے حال مراد ہے اور یہاں محل کا ذکر کر کے حال کو مراد لیا گیا ہے، یعنی باہمی نزاع دور کر کے آپس کے تعلقات کی درستگی ۔لہذا آیت کے معنیٰ اس طرح ہوں گے کہ "اے لوگو تم اپنے باہمی معاملات کو اس طرح درست کرلو کہ نزاع اور اختلاف کو دور کرو اور ان کو باہمی دوستی اور اتفاق رائے میں تبدیل کردو۔ اُس (یعنی اللہ) کا یہ قول "اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ" ممکن ہے اللہ کے (دوسرے) قول "اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ" سے متعلق ہو اور یہ (بھی) ممکن ہے کہ "اِتَّقُوا وَ اَصْلِحُوا" سے متعلق ہو۔ بہر حال دونوں صورتوں میں ایمان کی شرط کے ساتھ مشروط کرنے کی وجہ تقویٰ اور اصلاحِ ذات البین کے سلسلے میں زور دینا ہے، گویا ایمان انہی دونوں امور پر موقوف ہے۔ کیوں کہ ایمان سے یہاں ایمان کامل مراد ہے، یا یوں کہیے کہ یہ اَطِیْعُوا سے متعلق ہے اور خدا اور رسول کی اطاعت سے ان ہی لوگوں کی اطاعت مراد ہے)

ہمارے نزدیک تفسیر شاہی کی صرف یہ اہمیت ہے کہ یہ کتاب اولین فارسی "کتاب الاحکام" ہے جو ایران میں شیعیت کے سرکاری مذہب ہونے کے بعد ضرورتاً معرض وجود میں آئی تھی، اس کتاب کے مطالعے سے اس بات کا بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ شاہ تہماسپ کے دورِ حکومت میں مسلمانوں کے دو فرقوں یعنی سنیوں اور شیعوں میں کتنی دوری ہوچکی تھی اور کس طرح اس دوری کا اثر علمی کاوشوں پر بھی پڑنے لگا تھا۔ اگر صرف تفسیری نقطۂ نظر سے دیکھیں تو ابوالفتح الحسینی کی تفسیری کاوش کسی خاص ندرت یا جدّت کی حامل نہیں نظر آتی اور نہ ہی اس کے مطالعے کے ذریعے شاہ تہماسپ کے عہدِ حکومت کے نئے نئے فقہی مسائل پر کوئی خاص روشنی پڑتی ہے۔

(فقہی مسائل کی توضیح، تشریح اور ترجمانی کے لیے میں ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی کا شکر گزار ہوں)

☆☆☆

ادارۂ تحقیق وتصنیفِ اسلامی کی اردو مطبوعات

کتاب	مصنف	صفحات	قیمت (روپے میں)
۱ معرکۂ اسلام و جاہلیت	مولانا صدرالدین اصلاحی	۲۱۶	۲۵
۲ غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق	مولانا سید جلال الدین عمری	۳۳۲	۱۰۰
۳ صحت و مرض اور اسلامی تعلیمات	مولانا سید جلال الدین عمری	۳۸۸	۱۷۵
۴ مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ	مولانا سید جلال الدین عمری	۲۴۰	۸۰
۵ اسلام میں خدمتِ خلق کا تصور	مولانا سید جلال الدین عمری	۱۷۶	۴۰
۶ اسلام اور مشکلاتِ حیات	مولانا سید جلال الدین عمری	۸۸	۸
۷ مذہب کا اسلامی تصور	مولانا سلطان احمد اصلاحی	۵۹۱	۱۰۰
۸ مشترکہ خاندانی نظام اور اسلام	مولانا سلطان احمد اصلاحی	۱۰۴	۲۰
۹ وحدتِ ادیان کا نظریہ اور اسلام	مولانا سلطان احمد اصلاحی	۱۹۴	۴۰
۱۰ آزادئ فکر و نظر اور اسلام	مولانا سلطان احمد اصلاحی	۱۲۸	۴۰
۱۱ قرآن، اہلِ کتاب اور مسلمان	ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی	۲۹۶	۷۰
۱۲ حضرت ابراہیم علیہ السلام	ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی	۲۰۰	۴۰
۱۳ ایمان و عمل کا قرآنی تصور	پروفیسر الطاف احمد اعظمی	۲۸۰	۲۵
۱۴ عہدِ نبوی کے غزوات و سرایا	ڈاکٹر رؤفہ اقبال	۲۴۷	۲۵
۱۵ عہدِ نبوی کا نظامِ حکومت	پروفیسر محمد یسین مظہر صدیقی	۱۳۶	۳۰
۱۶ شئیر بازار میں سرمایہ کاری	ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی	۱۵۶	۴۵
۱۷ تصوف- ایک تجزیاتی مطالعہ	پروفیسر عبیداللہ فراہی	۲۰۰	۲۵

ملنے کے پتے

ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی، پوسٹ بکس نمبر: ۹۳، علی گڑھ-۱

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز، دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی- ۲۵